۱۱۹۲

۱۵ / ۱۱ / ۱۴۳۰ھ

۹۱/۱۰۸ — ۱۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار الافتاء

(۱)

① کیا حدیث شریف سے پگڑی کی مسنون مقدار کا تعین ملتا ہے یا نہیں؟
میں نے سنا ہے کہ حدیث میں کسی مقدار کی تصریح موجود نہیں۔ تو یہ جو مقادیر بیان کرتے رہتے ہیں کہ ۱۲ گز، ۶ گز، ۷ گز وغیرہ اس کی کیا اصل ہے؟

② اگر کوئی مقدار ہے تو لمبائی و چوڑائی کے اعتبار سے ضرور بتائیں۔

③ نیز شملہ دائیں طرف رکھنا سنت ہے یا بائیں طرف اور ایک شملہ افضل ہے یا دو اور دونوں شملوں کی مقدار برابر ہو یا چھوٹی بڑی اور کچھ لوگ ایک شملہ کافی بڑا لٹکاتے ہیں اور دوسرا انتہائی چھوٹا کیا یہ صحیح ہے؟

④ کون سے رنگ کی پگڑیاں مسنون ہیں اور کون سی جائز اور کون سا رنگ سفر و حضر میں سب سے افضل ہے؟

(۲)

بغیر اجازت کسی کی کتاب (دینی) یا قرآن اٹھا کر پڑھنا کیسا ہے۔ سنا ہے کہ اگر کتاب (ایک مفتی سے باعتماد) قرآن پاک بغیر اجازت اٹھا کر پڑھے اور پھر اسی جگہ رکھے تو جائز ہے۔ اگرچہ اس پر یہ لکھا ہوا ہو "بغیر اجازت اٹھانا منع ہے"۔

(۳)

نسوار، گٹکا، کھانا اور سگریٹ پینا کیسا ہے؟ کیا یہ نشہ جو حرام یا ممنوع ہے کی حد میں نہیں آتے؟ اور کسی کو عادت ہو اس کیلئے اور بغیر عادت والے کیلئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

والسلام

آپ کا خادم محمد طاہر عفی عنہ

متعلم مدرسہ عربیہ عیدگاہ تلمبہ (میاں چنوں خانیوال)

۲۳/۱۰/۰۹

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

① الف —— الجواب حامداً ومصلیاً

پگڑی کی لمبائی کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مقدار متعین منقول نہیں ہے، البتہ امام نووی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے، ایک بڑا اور ایک چھوٹا، چھوٹے عمامے کی مقدار بقول علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ چھ ہاتھ اور بقول ملا علی قاری رحمہ اللہ سات ہاتھ تھی۔ اور بڑے عمامے کی مقدار بارہ ہاتھ تھی۔ اس کے علاوہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عام اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار تین ہاتھ، پانچوں نمازوں میں سات ہاتھ اور نماز جمعہ وعیدین میں بارہ ہاتھ ہوتی تھی۔ البتہ تین گز کے عمامہ کا ذکر صرف علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے ملتا ہے،

خلاصہ کلام! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا طول وعرض مختلف حالات میں مختلف مقدار کا ہوتا تھا، نہ زیادہ بڑا اور نہ زیادہ چھوٹا۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ نہ زیادہ بڑا تھا کہ اس کے اٹھانے میں سر کو مشقت ہوتی ہے اور نہ اتنا چھوٹا کہ وہ سر کو گرمی یا سردی سے محفوظ رکھ سکے بلکہ درمیانہ تھا۔

قال الجزري في تصحيح المصابيح: قد تتبعت الكتب، و تطلبت من السير والتواريخ لأقف على قدر عمامة النبي صلى الله عليه وسلم فلم أقف على شيء، حتى أخبرني من أثق به أنه وقف على شيء من كلام النووي ذكر فيه أنه كان له صلى الله عليه وسلم عمامة قصيرة وعمامة طويلة وإن القصيرة كانت سبعة أذرع والطويلة اثني عشر ذراعاً. اهـ

(مرقاة المفاتيح: كتاب اللباس، الفصل الثاني، رقم ٤٣٣٤، ٨/١٢٧، ١٢٨، رشيدية)

(خصائل نبوي شرح شمائل الترمذي: باب ما جاء في عمامة النبي صلى الله عليه وسلم ص٦٧، مكتبة الشيخ)

(جمع الوسائل في شرح الشمائل: باب ما جاء في عمامة النبي صلى الله عليه وسلم، ١/٢٠٧، تاليفات)

كانت عمامته صلى الله عليه وسلم في أكثر الأحيان ثلاثة: ثلاثة أذرع شرعية، وفي الصلوات الخمسة سبعة أذرع، وفي الجمع والأعياد اثنا عشر ذراعاً. (العرف الشذي على جامع الترمذي، ١/٣٠٤، سعيد)

ولم تكن عمامته بالكبيرة التي يؤذي الرأس حملها ويضعفه و يجعله عرضة وقاية الرأس من الحر والبرد بل وسطاً بين ذلك.

(زاد المعاد: فصل في تدبيره صلى الله عليه وسلم لأمر اللبس ص٥٣١، دار الفكر)

جاری ہے ....

دار الافتاء

شملے کی تعداد کے بارے میں اکثر احادیث مبارکہ میں یہ ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کے دو شملے ہوتے تھے، اس کے علاوہ ایک شملہ کا ذکر بھی احادیث میں ملتا ہے، چنانچہ ایک شملہ جائز اور دو افضل شمار ہوں گے۔ شملہ چھوڑنے کی جگہ کے بارے میں تعمیم ہے دونوں شانوں کے درمیان پیچھے، آگے دائیں طرف یا بائیں طرف، ایک شملہ پیچھے دوسرا آگے دائیں جانب یا بائیں جانب، سب درست ہے۔

اور شملہ کی لمبائی کے بارے میں بعض روایات میں ایک ہاتھ کی مقدار، بعض میں ایک بالشت کی مقدار اور بعض روایات میں چار انگشت کی مقدار ملتی ہے، یہ تینوں صورتیں جائز ہیں البتہ نصف کمر سے زیادہ لٹکانا ممنوع ہے۔

قال میرک: قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرخی علاقتہ بین کتفیہ واحیانا یلبس العمامۃ من غیر علاقۃ۔

(خصائل النبوی شرح شمائل الترمذی، ص ٦٩، مکتبۃ الشیخ)

عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا اعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ شیخ عبد الحق در ترجمۃ مشکوٰۃ گفتہ ...... عذبۃ آنحضرت اکثر پس پشت بودی واحیانا بر جانب درست راست وگاہے دو عذبہ بودی میان دو کتف وگذاشتن عذبہ در جانب دست چپ بدعت است کذا قیل واقل مقدار عذبہ چہار انگشت است واکثر یکدست و تطویل آن متجاوز از نصف ظہر بدعت است۔

(العرف الشذی علی هامش الترمذی: باب ما جاء فی العمامۃ السوداء، ۱/۳۰۴، سعید)

(سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی العمائم، ۲/۲۰۹، امدادیہ)

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ما جاء فی عمامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱/۲۰۶)

ج عمامہ میں ہلکا زرد رنگ مائل بہ سفیدی اور ہلکا سرخ دھاری دار رنگ جائز، گہرا زرد اور گہرا سرخ ممنوع اور سیاہ و سفید رنگ مرغوب و مسنون ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت شریفہ سفر میں کالے رنگ کا عمامہ پہننے کی تھی

.... جاری ہے

جہاں تک سبز رنگ کے عمامہ کے ثبوت کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبز عمامہ پہننا کسی روایت سے ثابت نہیں۔ البتہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک اثر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم نے سبز رنگ کے عمامے استعمال کئے ہیں۔

لیکن موجودہ زمانہ میں چونکہ یہ اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے اور ایک امر غیر لازم کو لازم بنا لیا گیا ہے اس لیے اس کا استعمال ممنوع ہے۔

عن جابر قال دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء.

(ابو داؤد، ۲/ ۲۰۹ امدادیہ : سنن ابن ماجة ص ۲۵۶، قدیمی)

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال البسوا من ثيابكم البياض فإنها من خير ثيابكم وكفنوا فيها موتاكم.

(ابو داؤد: ۲/ ۲۰۹، امدادیة : سنن ابن ماجة ص ۲۵۶، قدیمی)

عن عمران بن حصين مرفوعاً ايّاكم والحمرة فإنها احب الزينة الى الشيطان

(حاشية على ابي داؤد، باب في الحمرة، ۲/ ۲۰۸، امدادية)

(زاد المعاد: فصل في ملابسه، ۱/ ۵۳، ۵۴، دار الفكر)

والذي يظهر لي من التحقيق أنه صلى الله عليه وسلم كان يكثر لبس العمامة السوداء في أسفاره وغزواته، فكانت الصحابة رضي الله عنهم إذا شاهدوها يروون عنها، وأما في زمن الإقامة فكان أكثر لبسه العمامة البيضاء......

......لقد ورد في جواز لبس الثوب الأحمر وعدمه أقوال تتجاوز عن السبع......والتلفيق عندي: هو أن تحمل أحاديث النهي على لبس الأحمر البحت القاني لأنه من زيّ الأعاجم، وأما في غيره أو كان معه لون آخر سوى الأحمر من البياض أو سواد أو غيرهما، فلا بأس بلبسها ولا كراهية فيها......

......ويثبت مما أسلفنا من الأقوال انه صلى الله عليه وسلم لم يلبس العمامة الخضراء، فهل لبس أحد من الصحابة أم لا، وما وقفت في ذلك على دليل الا بهذا الأثر، أخرج ابن أبي شيبة في المصنف قال: حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا جرير بن حازم عن يعلى بن حكيم عن سليمان بن أبي عبد الله قال:

دار الافتاء

أدركت المهاجرين الأولين يعتمون بعمائم كرابيس سود، وبيض وحمر وخضر وصفر...الخ

(مصنف ابن ابي شيبة، رقم الحديث ۲۵۴۸۹، ۱۲/ ۵۴۵، المجلس العلمي)

(شآبيب الرحمة في تحقيق مسئلة العمامة، ص ۵۲، ۵۳، مكتبة البصائر)

نقول: بترك السنة مهما صارت شعاراً لأهل البدعة خوفاً من التشبه بهم۔

(احياء العلوم: كتاب آداب السماع والوجد، ۲/ ۳۲۴، دار احياء التراث العربي)

(۲) بغیر اجازت کسی کی دینی کتاب، قرآن پاک اور دیگر اشیاء استعمال کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس شئے کا مالک ایسا فرد ہے جو استعمال کرنے والے کے استعمال کرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہو اور اس سے خوش ہوتا ہو تو ایسی اشیاء کو استعمال کرنا درست ہے، اور اگر شئے کا مالک بغیر اجازت اپنی چیز کے استعمال کئے جانے کو ناپسند کرتا ہو تو اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا درست نہیں۔ البتہ استعمال کرنے والے پر ضروری ہے کہ ایسے وقت استعمال کرے جب خود مالک کے استعمال کرنے کا وقت نہ ہو، اور ایسے طریقے سے استعمال کیا جائے کہ اس چیز کی منفعت کم نہ ہو اس کی حالت اسی طرح باقی رہے جس طرح تھی۔

الغرض! اس مسئلہ میں مد مقابل اور شئے کی حالت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

عن ابي حميد الساعدي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل لامرئ أن يأخذ عصا أخيه بغير طيب نفسه وذلك لشدة ما حرم الله عز وجل مال المسلم على المسلم.

(السنن الكبرى، باب من غصب لوحاً... الخ، رقم ۱۱۵۴۲، ۶/ ۱۶۵، دار الكتب العلمية)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه۔

(المصدر السابق، رقم الحديث ۱۱۵۴۵، ۶/ ۱۶۶، دار الكتب العلمية)

وعن أبي هريرة قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمؤمن من أمنه الناس على دمائهم وأموالهم.

(مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الثاني، رقم ۳۳، ۱/ ۲۷، دار الكتب العلمية)

(۳) نسوار، سگریٹ، اور گٹکا فی نفسہ تو مباح ہیں لیکن اگر مذکورہ اشیاء صحت انسانی کیلئے نقصان دہ ہوں (جیساکہ مشاہدہ سے ثابت ہے) تو چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نشہ آور اور چرس وغیرہ ہے، حضرت نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے اس لیے بچنا از حد ضروری ہے، اعلان کا استعمال کرنا

ہے، نیز ان کے استعمال سے چونکہ منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس لیے ہر وقت منہ صاف رکھنا بالخصوص دخول

مسجد کے وقت بہت ہی ضروری ہے ورنہ مذکورہ شخص کراہت تحریمہ کا مرتکب ہوگا، اور اگر ان کے استعمال

مقصود نشہ ہو تو پھر اس سے بچنا از حد ضروری ہے۔

عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من أكل من هذه البقلة الثوم وقال مرة

من أكل والبصل والثوم والكراث فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم

وفي شرح النووي: قال العلماء ويلحق بالثوم والبصل والكراث كل ماله رائحة كريهة من

المأكولات وغيرها...... وقاس العلماء على هذا مجامع الصلاة غير المسجد كمصلى العيد والجنائز

ونحوها من مجامع العبادات وكذا مجامع العلم والذكر والولائم ونحوها ولا يلتحق بها الأسواق ونحوها.

(شرح النووي على هامش صحيح مسلم: ١/٢٠٩، قديمي)

(الفتاوى الكاملية: كتاب الحظر والإباحة ص ٢٨٦، حقانية پشاور)

إن ما أسكر كثيره حرم قليله بالمائعات، وهكذا يقول في غيره من الأشياء الجامدة

المضرة في العقل أو غيره، يحرم تناول القدر المضر، منها دون القليل النافع

لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها. فقط

(رد المحتار: كتاب الأشربة، ١٠/٤٧، دار المعرفة بيروت)

والله تعالى أعلم بالصواب

كتبه:

محمد راشد محمد مسكوي

المتخصص في الفقه الإسلامي

بالجامعة الفاروقية، بكراتشي

١٥/١١/٣٠ هـ

الجواب صحيح

محمد یوسف افشانی

١٦/١١/٣٠ هـ

الجواب صحیح

[illegible] عفی عنہ

١٦/١١/٣٠ هـ

جامعہ فاروقیہ
دار الافتاء
شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی (پاکستان)